سیر و سوانح

محمد وسیم اختر مفتی

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا

(۶)

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

عہد صدیقی

رمضان ۶ھ میں سریۂ زید بن حارثہ ہوا جس میں ام قرفہ کے نام سے مشہور فاطمہ بنت بدر اور اس کی بیٹی ام زمل سلمیٰ بنت مالک مسلمانوں کی قید میں آئیں۔ ام قرفہ کو بری طرح قتل کر دیا گیا، کیونکہ یہ اسلامی حکومت کے خلاف سازشیں کرتی تھی۔ ام زمل حضرت عائشہ کے حصے میں آئی اور اسلام قبول کیا، انھوں نے اسے آزاد کر دیا۔ اپنی قوم میں واپس جا کر یہ مرتد ہو گئی اور ایک لشکر اکٹھا کر لیا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ارتداد کا طوفان اٹھا تو ام زمل نے غطفان، طے، سلیم اور ہوازن قبائل کے شکست خوردوں کو جمع کیا اور خلافت اسلامی کے خلاف بغاوت کی ٹھانی۔ اسے حضرت خالد بن ولید نے شکست سے دوچار کیا۔

حضرت ابوبکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عالیہ (بالائی مدینہ) میں ملنے والا بنو نضیر کا باغ حضرت عائشہ کو ہبہ کر چکے تھے۔ مرض الموت میں سیدہ عائشہ ان کی خبر لینے آئیں تو انھوں نے یہ باغ لوٹانے کی درخواست کی تاکہ یہ سارے وارثوں کے حصے میں آ جائے۔ ان کے ذہن میں حضرت حبیبہ بنت خارجہ سے پیدا ہونے والی ام کلثوم تھی جس نے ابھی جنم نہ لیا تھا، انھوں نے اس کے لڑکی ہونے کی پیشین گوئی بھی کر دی۔

اپنے آخری وقت میں حضرت ابوبکر نے وصیت کی کہ جو کپڑے انھوں نے بیماری میں پہن رکھے تھے، انھیں دھولیا جائے اور دو کپڑے بڑھا کر ان کا کفن تیار کرلیا جائے۔ کپڑوں پر زعفران کے دھبے لگے تھے۔ حضرت عائشہ نے کہا: ابا جان، اللہ نے آپ کو کشادگی دی ہے، اس لیے کفن خرید لیں۔ انھوں نے جواب دیا: نئے کپڑے کی تو مردے سے زیادہ زندہ کو ضرورت ہوتی ہے۔ قیامت کی گھڑی ایسی ہوگی کہ کپڑے گل کر پگھلے تانبے یا تیل کی تلچھٹ جیسے ہو جائیں گے (یا پیپ میں لتھڑ جائیں گے)، اس لیے نیا کپڑا لگانے کا کیا فائدہ؟ (بخاری، رقم ۱۳۸۷)۔ اپنے والد کی وفات پر حضرت عائشہ نے گریہ کیا تو حضرت عمر نے انھیں منع کیا۔ عورتوں نے بین کرنا نہ چھوڑا تو انھوں نے ہشام بن ولید سے کہا: ابوبکر کی بہن کو باہر لاؤ۔ ہشام حضرت ام فروہ بنت ابوقحافہ کو باہر لائے تو حضرت عمر نے ان کو درہ دے مارا، تب بین رکا۔

عہد فاروقی

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

خلیفۂ دوم حضرت عمر نے ازواج مطہرات کا وظیفہ دس ہزار مقرر کیا، تاہم حضرت عائشہ کے دو ہزار بڑھا کر بارہ ہزار لکھوائے اور کہا: وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت محبوب تھیں۔ حضرت عائشہ نے اضافی دو ہزار قبول نہ کیے۔

حضرت عمر نے حضرت عائشہ کی سوتیلی بہن حضرت ام کلثوم کو نکاح کا پیغام بھیجا تو انھوں نے انکار کر دیا اور کہا: مجھے عمر سے عقد کرنے کی ضرورت نہیں۔ وہ کٹھن زندگی بسر کرتے ہیں اور عورتوں پر سختی کرتے ہیں۔ حضرت ام کلثوم حضرت عائشہ کی ترغیب پر بھی آمادہ نہ ہوئیں تو انھوں نے حضرت عمرو بن عاص کو معاملہ سلجھانے کی ذمہ داری سونپی۔ حضرت عمرو نے حضرت عمر کو سمجھایا کہ ام کلثوم نوعمر ہیں، آپ کے مزاج کو برداشت نہ کر پائیں گی۔ میں آپ کو اس سے بہتر رشتہ تجویز کرتا ہوں، ام کلثوم بنت علی سے نکاح کر لیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کا غلے اور بیش قیمت سامان سے لدا ہوا ۷۰۰ اونٹوں پر مشتمل قافلہ آیا تو مدینہ میں غل مچ گیا۔ سیدہ عائشہ اپنے گھر میں تھیں، پوچھا: یہ غوغا کیسا ہے؟ انھیں بتایا گیا کہ حضرت عبدالرحمٰن کا قافلہ ہر قسم کا ساز و سامان لے کر شام سے مدینہ میں وارد ہوا ہے۔ فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''میں نے دیکھا کہ عبدالرحمٰن جنت میں گھسٹ کر جا رہا ہے۔'' حضرت عبدالرحمٰن کو حضرت عائشہ کی بات معلوم ہوئی تو کہا: میں کوشش کروں گا کہ چل کر جاؤں۔ یہ کہہ کر اونٹ، ان پر لدا ہوا غلہ، کجاوے اور پالان سب اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیے (مسند احمد، رقم ۲۴۸۴۲)۔

قاتلانہ حملے کے بعد حضرت عمر نے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ کو ام المومنین سیدہ عائشہ کے پاس بھیجا اور فرمایا: ان سے کہنا، عمر سلام کہتا ہے، امیر المومنین نہ بولنا۔ پھر اجازت مانگنا کہ انھیں ان کے دونوں صاحبوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر کے ساتھ دفن کرنے کی اجازت دے دی جائے۔ حضرت عائشہ اپنے حجرے میں بیٹھی رو رہی تھیں، حضرت عمر کی درخواست سن کر فرمایا: وہ جگہ میں نے اپنے لیے رکھی تھی، لیکن اب اپنے اوپر عمر کو ترجیح دوں گی۔ حضرت عمر نے حضرت عبداللہ کو وصیت کی کہ میری میت جب حجرۂ عائشہ پہنچے تو دوبارہ اذن مانگنا۔ اگر انھوں نے اس وقت منع کر دیا تو عام مسلمانوں کے قبرستان میں دفنا دینا (بخاری، رقم ۳۷۰۰)۔ اپنا جانشین منتخب کرنے کے لیے حضرت عمر نے جو مجلس شوریٰ بنائی، اسے تلقین کی کہ حضرت عائشہ سے اجازت لے کر ان کے حجرہ کے پاس بیٹھ کر مشورہ کرنا، لیکن حجرے میں داخل نہ ہونا۔

شہید مظلوم اور حضرت عائشہ

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

ایک بار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ عائشہ کی چادر اوڑھے اپنے بستر پر آرام فرما رہے تھے۔ آپ کی ٹانگ (یا ران) کا کچھ حصہ ڈھکنے سے رہ گیا تھا۔ اس اثنا میں حضرت ابوبکر آئے، آپ نے ان کو اندر بلا لیا اور خود لیٹے رہے۔ وہ اپنی بات کر کے چلے گئے تو حضرت عمر آئے۔ آپ نے انھیں بھی اذن ملاقات دے دیا اور خود اسی طرح استراحت فرماتے رہے۔ اتفاق سے کچھ دیر بعد حضرت عثمان بھی تشریف لے آئے۔ آپ بیٹھ گئے اور کپڑے درست کر کے بدن اچھی طرح ڈھانپا۔ حضرت عثمان اندر داخل ہوئے، ضروری بات چیت کی اور رخصت ہوئے۔ حدیث کے راوی محمد بن ابوحرملہ کہتے ہیں: میں نہیں کہتا کہ یہ ایک ہی دن کا واقعہ ہے۔ حضرت عثمان کے جانے کے بعد حضرت عائشہ نے پوچھا: یارسول اللہ، کیا وجہ ہے کہ ابوبکر آئے تو آپ نے کوئی اہتمام نہ کیا، پھر عمر آئے تو آپ نے کوئی پروا نہ کی۔ جب عثمان آئے تو آپ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور کپڑے درست کیے؟ فرمایا: عثمان شرمیلے ہیں۔ مجھے اندیشہ ہوا، اگر اسی حالت میں انھیں آنے دیا تو وہ اپنی بات بھی نہ کر پائیں گے۔ کیا میں اس شخص سے حیا نہ کروں جس سے فرشتے بھی شرماتے ہیں؟ (مسلم، رقم ۶۲۸۷)۔

حضرت عثمان نے منیٰ میں نماز قصر کیے بغیر چار رکعت پڑھی تو صحابہ نے اعتراض کیا۔ انھوں نے دلیل دی کہ میں نے مکہ پہنچ کر شادی کی ہے، اس لیے یہ شہر میرے گھر کے مانند ہو گیا۔ حضرت عائشہ کی تاویل تھی کہ عثمان جس شہر میں بھی ہوں، امیر المومنین ہیں۔ ان کی تاویل قبول نہ کی گئی، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ مقام رسالت پر فائز

ہونے کے باوجود سفر میں قصر کیا کرتے تھے۔

۳۵ھ میں بلوائیوں نے حضرت عثمان کے گھر کا محاصرہ کیا جو اواخر ذی قعد سے ۱۸/ ذی الحجہ تک جاری رہا۔ حج کے ایام قریب تھے۔حضرت عائشہ سفر حج کے لیے تیار ہوئیں تو مروان بن حکم نے کہا: آپ کا نہ جانا بہتر ہے، شاید بلوائی آپ سے ڈرتے ہوئے انتہائی کارروائی نہ کریں۔انھوں نے جواب دیا: مجھے اندیشہ ہے، اگر میں نے انھیں کوئی مشورہ دیا تو یہ میرے ساتھ ام حبیبہ والا برتاؤ نہ کریں۔حضرت عائشہ نے اپنے بھائی محمد کو بھی ساتھ چلنے کو کہا، لیکن وہ نہ مانے۔ بلوائی حنظلہ بن ربیع (حنظلہ کاتب) نے ان کو جانے سے روکا۔

حج کرنے کے بعد حضرت عائشہ مدینہ لوٹ رہی تھیں کہ حضرت عثمان کی شہادت کی خبر ملی۔ وہ راستے ہی سے مکہ واپس ہو گئیں اور کہا: حضرت عثمان کو مظلومی کی حالت میں شہید کیا گیا، اللہ ان کے قاتلوں پر لعنت کرے۔ میں ضرور ان کے قصاص کا مطالبہ کروں گی۔اس اثنا میں حضرت طلحہ اور حضرت زبیر مدینہ سے مکہ پہنچے، ان سے مشورے کے بعد حضرت عائشہ نے بصرہ کو اپنا مرکز بنانے کا پروگرام بنایا۔عہد عثمانی کے گورنر یعلیٰ بن امیہ (بن منیہ: ماں کا نام) نے چھ سو اونٹ اور چھ لاکھ درہم دیے۔دوسرے گورنر ابن عامر نے بھی زر کثیر فراہم کیا۔مکہ میں منادی کرادی گئی کہ ام المومنین، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر بصرہ جا رہے ہیں۔ جو اسلام کی سربلندی چاہتا ہے، حضرت عثمان کا خون بہالینا اور ان کے قتل کو جائز سمجھنے والوں سے جنگ کرنا چاہتا ہے، شامل ہو جائے، اگرچہ اس کے پاس سواری اور سامان سفر نہ ہو۔اس طرح ایک ہزار (دوسری روایت: تین ہزار) کے لگ بھگ سپاہی فراہم ہو گئے۔حضرت عبداللہ بن عباس کی والدہ حضرت ام فضل نے حضرت علی کو خبر کر دی۔حضرت عثمان کی شہادت کے چار ماہ بعد لشکر روانہ ہوا تو باقی امہات المومنین اس صورت حال پر روتی روتی ذات عرق تک ساتھ گئیں، پھر مدینہ جانے کے لیے لوٹ گئیں۔اس نسبت سے اس دن کو 'روز گریہ' کہا گیا۔مکہ سے نکلنے کے بعد مروان بن حکم نے اذان دی اور پوچھا: لشکر کی امارت کسے دوں اور نماز کا امام کس کو مقرر کروں؟ حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت محمد بن طلحہ نے اپنے اپنے والد کا نام لیا۔ حضرت عائشہ کو معلوم ہوا تو سخت ناراض ہوئیں اور کہا: تم ہماری جمعیت میں تفرقہ ڈالنا چاہتے ہو؟ انھوں نے حضرت عتاب بن اسید کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔

حضرت عائشہ عسکر نامی اونٹ پر سوار تھیں جو یعلیٰ بن امیہ نے بنو عرینہ کے ایک شخص سے ایک اونٹنی اور چار سو درہم (یا اسّی دینار) کے عوض خریدا۔لشکر بصرہ پہنچنے سے پہلے حوأب نامی چشمے پر پہنچا تو کتے بھونکنا شروع ہو گئے۔ سیدہ عائشہ کو معلوم ہوا تو بلند آواز میں چلانے لگیں: 'إنا للّٰہ و إنا إلیہ راجعون'، تو وہ میں تھی۔ایک دن رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ازواج جمع تھیں کہ آپ نے فرمایا: کاش، مجھے علم ہو جائے، تم میں سے کون سی ہے جس پر حوأب کے کتے بھونکیں گے (مسند احمد، رقم ۲۴۲۵۴۔ مستدرک حاکم، رقم ۴۶۱۳)۔ حضرت عائشہ نے اونٹ کی ٹانگ پر چابک مارا اور اسے بٹھا کر کہا: مجھے واپس لے چلو، میں ہی حوأب چشمے والی ہوں۔ لشکر ایک دن اور رات رکا رہا، حضرت عبداللہ بن زبیر مناتے رہے اور وہ انکار کرتی رہیں۔ آخر کار انھوں نے 'بچو! بچو! علی پہنچنے والے ہیں' کا نعرہ لگایا تو وہ بصرہ کی طرف چلیں۔ حفیر کے مقام پر انھوں نے پڑاؤ ڈالا اور احنف بن قیس، صبرہ بن شیمان اور دیگر اہل بصرہ کو خط لکھ کر اپنی آمد کا مقصد بتایا۔ بصرہ میں حضرت علی کے مقررہ گورنر حضرت عثمان بن حنیف نے عمران بن حصین اور ابوالاسود دؤلی کو بات چیت کے لیے بھیجا۔ ان دونوں نے حفیر میں حضرت عائشہ، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر سے الگ الگ ملاقاتیں کیں۔ حضرت عثمان کے قصاص کا مطالبہ سامنے آنے پر حضرت عثمان بن حنیف نے اہل بصرہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا: ہمارا شمار قاتلین عثمان میں نہیں ہوتا، اس لیے اس لشکر کو واپس جانے پر مجبور کر دو۔ تب حضرت عائشہ کا لشکر آگے بڑھا اور بصرہ کے محلّہ مربد پہنچا۔ حضرت عائشہ نے خطاب کرتے ہوئے کہا: باغیوں نے حضرت عثمان کے خلاف محاذ آرائی کرتے ہوئے شہر مدینہ اور ماہ حرام کی حرمت کو پامال کیا۔ تم پر لازم ہے کہ ان کے قاتلوں کو پکڑو اور اللہ کی حدود قائم کرو۔ یہ تقریر سن کر حضرت عثمان بن حنیف کے کچھ ساتھی الگ ہو کر حضرت عائشہ کی فوج میں شامل ہو گئے۔ جاریہ بن قدامہ نے کہا: ام المومنین، سیدنا عثمان کے شہید ہونے سے زیادہ سنگین بات یہ ہے کہ آپ اس لعنتی اونٹ پر سوار ہو کر گھر سے باہر نکل آئی ہیں۔ ایک نوجوان نے حضرت طلحہ اور حضرت زبیر کو طعنہ دیا: میں تم دونوں کی ماں کو تو دیکھ رہا ہوں، کیا اپنی بیویوں کو بھی نکال لائے ہو؟ میں تمھارا ساتھ نہ دوں گا۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

۲۵/ ربیع الثانی ۳۶ھ کو مربد میں جیش عائشہ کا گورنر عثمان کی فوج سے ٹکراؤ ہوا۔ سیدہ عائشہ نے حکم جاری کیا، صرف ایسے شخص سے جنگ کی جائے جو ابتدا کرے اور جس کا حضرت عثمان کی شہادت سے تعلق ہو۔ پہلے دن ہلکی جھڑپ ہوئی، حکیم بن جبلہ نے ابتدا کی، گھڑسواروں کے ساتھ آگے بڑھا تو حضرت عائشہ کے سپاہیوں نے تیراندازی کی۔ شام تک حضرت عائشہ کی فوج مقبرہ بنو مازن تک آ گئی۔ دوسرے روز دارالرزق کے میدان میں گھمسان کی لڑائی ہوئی جس میں حضرت عثمان بن حنیف کی فوج کو بہت جانی نقصان اٹھانا پڑا۔ فریقین جنگ سے عاجز آئے تو صلح پر آمادہ ہو گئے۔ یہ طے ہوا کہ ایک شخص کو مدینہ منورہ بھیج کر اس بات کی تصدیق کرائی جائے گی کہ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر سے زبردستی حضرت علی کی بیعت کرائی گئی تھی۔ اگر یہ ثابت ہو گیا تو حضرت عثمان بن حنیف بصرہ چھوڑ

دیں گے اور اگر حقیقت اس کے برعکس ہوئی تو حضرت طلحہ اور حضرت زبیر واپس ہو جائیں گے۔ قاضی بصرہ کعب بن سور اس بات کی تصدیق کر کے لوٹے، لیکن گورنر عثمان نے معاہدے کے مطابق بصرہ نہ چھوڑا۔ جنگ پھر چھڑ گئی۔ عشا کا وقت تھا، مسجد کے اندر قتال کرنے کے بعد حضرت عثمان بن حنیف کو پکڑ لیا گیا۔ چالیس کوڑے مارنے کے بعد ڈاڑھی اور بھووں کے بال اکھاڑے گئے اور پھر حضرت عائشہ کے کہنے پر چھوڑ دیا گیا۔ اس معرکے میں حضرت عثمان کا قاتل حکیم بن جبلہ اور اس کے ستر ساتھی اور مددگار مارے گئے۔ جنگ سے فراغت کے بعد سیدہ عائشہ نے اہالیان کوفہ، یمامہ و مدینہ کو خط بھیجے کہ حضرت علی کا ساتھ چھوڑ دیں اور قاتلین عثمان کو سزا دلوانے میں میری مدد کریں۔ زید بن صوحان نے جواب دیا: اللہ ام المومنین پر رحم کرے، اللہ نے ان پر گھر میں رہنا لازم کیا ہے اور ہمیں قتال کا حکم دیا ہے۔ ہم برابر ان کی نصرت کرتے رہیں گے، اگر وہ گھر سے چپک کر رہیں۔ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر کا بصرہ پر قبضہ ہو گیا تو ان کے مخالفین چھپ گئے۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

حضرت علی نے حضرت قعقاع کو بصرہ بھیجا تاکہ وہ حضرت طلحہ و حضرت زبیر سے ملیں اور جماعت و الفت کی اہمیت ان پر واضح کریں۔ حضرت قعقاع پہلے حضرت عائشہ سے ملے اور پوچھا: اماں جان! آپ اس شہر میں کیونکر آئی ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: لوگوں میں صلح و صفائی کرانے کے لیے۔ تو پھر طلحہ و زبیر کو پیغام بھیجیں کہ میری بات سن لیں۔ حضرت قعقاع ان دونوں سے ملے تو پوچھا: کیا آپ کا مقصد بھی وہی ہے جو ام المومنین کا ہے؟ انھوں نے اثبات میں جواب دیا تو پوچھا: یہ اصلاح کس طرح ہو گی؟ انھوں نے جواب دیا: قاتلین عثمان کو چھوڑ دینا ترک قرآن ہو گا۔ حضرت قعقاع نے کہا: تم نے بصرہ سے تعلق رکھنے والے قاتلوں کو تو مار دیا، لیکن ان سے پہلے چھ سو افراد کا قتل کر چکے تھے۔ اب تم حرقوص بن زہیر کے درپے ہو اور چھ ہزار کی فوج اس کا دفاع کرنے کے لیے تیار ہے۔ یہ قتل و غارت کہاں رکے گی؟ حضرت عائشہ نے پوچھا: تمھارا کیا مشورہ ہے؟ حضرت قعقاع نے کہا: اس کا علاج جنگ بندی کر کے حالات کو پرسکون کرنا ہے۔ آپ قصاص موخر کر کے حضرت علی کی بیعت کر لیں تو خیر و رحمت کا ظہور ہو گا۔ حضرت طلحہ و حضرت زبیر نے اس بات سے اتفاق کر لیا۔ حضرت عائشہ نے بھی حضرت علی کو پیغام بھیجا کہ وہ اصلاح کے لیے آئی ہیں۔ حضرت قعقاع نے حضرت علی کو خبر دی تو وہ بہت خوش ہوئے۔

جنگ جمل

جمادی الاولیٰ ۳۶ھ (۷ رنومبر ۶۵۶ء، دوسری روایت: ۱۵ جمادی الثانی ۳۶ھ) میں بصرہ کے قصر عبید اللہ بن زیاد

کے پاس جنگ جمل ہوئی۔ حضرت علی، حضرت عمار بن یاسر، حضرت طلحہ، حضرت زبیر بن عوام، حضرت عائشہ، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت حسن، حضرت حسین، حضرت سہل بن حنیف اور دیگر کئی صحابہ نے اس میں حصہ لیا۔ حضرت علی نے حضرت طلحہ وحضرت زبیر کو پیغام بھیجا کہ قعقاع کے ساتھ کی جانے والی بات پر قائم رہتے ہوئے جنگ سے باز رہو۔ انھوں نے اس سے اتفاق کیا۔ بصرہ کی فوج میں شامل قبائل کو پورا یقین تھا کہ صلح ہو جائے گی۔ فریقین نے خوشی اور اطمینان سے رات بسر کی، دوسری طرف خلیفۂ مظلوم کے قاتلوں میں بے حد اضطراب رہا۔ پو پھٹنے سے پہلے ان کے دو ہزار کے قریب آدمیوں نے تلواریں سونتیں اور حضرت طلحہ وحضرت زبیر کی فوج پر ٹوٹ پڑے۔ دونوں صحابیوں نے اسے اہل کوفہ کا حملہ سمجھا۔ ادھر حضرت علی نے شور وغوغا سنا تو پوچھا: کیا ہوا؟ انھیں بتایا گیا کہ رات گئے حملہ ہوا تھا جس کا ہم نے بھرپور جواب دے دیا ہے۔ حضرت علی نے اسے حضرت طلحہ اور حضرت زبیر کی شرارت قرار دیا۔ ابن سبا کے ساتھی خوب قتل وغارت کر رہے تھے، حضرت علی پکار رہے تھے: رکو! رکو! لیکن کوئی ان کی سن نہ رہا تھا۔ بصرہ کے قاضی کعب بن سور حضرت عائشہ کے پاس آئے اور جنگ رکوانے کی استدعا کی۔ وہ بنوازد کی مسجد حدان میں ٹھیری ہوئی تھیں، کجاوے پر سوار ہو کر نکلیں، لیکن تب تک جنگ کا بازار گرم ہو گیا تھا۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

جنگ جمل کی صبح حضرت علی خچر پر سوار ہو کر آئے اور حضرت زبیر کو بلا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد یاد دلایا: زبیر، تم علی سے قتال کرو گے، حالاں کہ تم ظالم ہو گے۔ حضرت زبیر نے کہا: ہاں! میں یہ بات بھول چکا تھا۔ آپ نے یاد کرا دیا ہے تو آپ کے خلاف ہرگز قتال نہ کروں گا۔ پھر انھوں نے اپنے گھوڑے (ذوالخمار) کا رخ موڑا اور فوج کی صفیں چیرتے ہوئے میدان جنگ چھوڑ گئے (مستدرک حاکم، رقم ۵۵۷۳)۔ حضرت زبیر نے جاتے جاتے حضرت عائشہ کو بھی اپنے رجوع سے مطلع کر دیا۔ انھوں نے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ کے کہنے پر بطور کفارہ اپنے غلام سرجس (یا مکحول) کو آزاد بھی کیا۔ ابن جرموز نے حضرت زبیر کا پیچھا کیا اور انھیں شہید کر کے ان کی تلوار حضرت علی کو پیش کی۔ حضرت علی نے اسے دوزخ کی وعید سنائی اور جنگ کے اختتام پر تلوار حضرت عائشہ کو بھیج دی۔

دوپہر کے بعد جنگ سیدہ عائشہ کی کمان میں لڑی گئی اور عصر تک جاری رہی۔ حضرت عائشہ نے کعب بن سور کو مصحف قرآنی دے کر کہا: لوگوں کو اس کی طرف بلاؤ۔ وہ کھڑے ہی ہوئے تھے کہ کوفی فوج کے مقدمہ میں موجود عبداللہ بن سبا اور اس کے ساتھیوں نے تیروں کی بوچھاڑ کر کے انھیں شہید کر دیا۔ کچھ تیر حضرت عائشہ کے کجاوے کو بھی لگے۔ وہ اللہ اللہ پکار کر حضرت عثمان کے قاتلوں کو بددعائیں دینے لگیں۔ پھر کہا: لوگو، عثمان کے قاتلوں پر لعنت بھیجو۔ حضرت علی نے پوچھا: یہ شور وغل کیسا ہے؟ لوگوں نے بتایا: عائشہ قاتلین عثمان پر لعنت بھیج رہی ہیں۔ حضرت علی

بھی لعنت بھیجنے میں ان کے ہم آواز ہو گئے۔ اسی اثنا میں حضرت عائشہ نے مضری دستے کو زوردار حملہ کرنے کا حکم دیا۔ جنگ شدت پکڑ گئی، حضرت علی نے اپنے بیٹے محمد بن حنفیہ کو پرچم لے کر آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ وہ پیش قدمی نہ کر سکے تو پرچم خود تھام لیا۔ حضرت علی کے جرنیل زید بن صوحان شہید ہوئے اور حضرت عائشہ کی فوج غالب ہونے لگی تو انھوں نے ربیعہ اور یمن کے دستوں کو بلایا۔ ان کے آنے پر جنگ میں پھر تیزی آئی، دونوں اطراف کے فوجی گتھم گتھا ہو گئے، فوجوں کے میمنہ و میسرہ قلب سے جا ملے۔ حضرت عائشہ کے کمانڈر عبدالرحمٰن بن عتاب قتل ہوئے تو وہ میسرہ میں کھڑے بنو ازد کے رسالے کو مخاطب کر کے پکاریں: آج وہ دلیری دکھاؤ جس کی ہم مثالیں سنا کرتے تھے، مقدمہ میں موجود بنو ناجیہ کو آواز دی: اپنی قریشی ابطحی تلواروں کی کاٹ دکھا دو، پھر بنو ضبہ اور بنو عدی کو دلیری دلائی۔

حضرت عائشہ کے اونٹ عسکر کی حفاظت کے لیے الگ دستہ مامور تھا۔ اونٹ کی مہار تھامنے والوں میں سے ستر افراد کے ہاتھ کٹ گئے، ان میں سے چالیس کی جانیں گئیں۔ محمد بن طلحہ سجاد آخری دم تک عسکر کے سامنے ثابت قدم رہے، ایک جتھے نے مل کر ان کی جان لی۔ عمرو بن اشرف نے لگام پکڑی تو جو سامنے آتا، تلوار کا وار کر کے اسے گرا دیتے۔ حارث بن زہیر نے ان کا مقابلہ کیا، دونوں مارے گئے۔ کئی دلیروں نے جان کا نذرانہ دیا، پھر حضرت عبداللہ بن زبیر نے آگے بڑھ کر باگ تھامی۔ مالک بن حارث اشتر نے ان پر حملہ کیا، سر کی شدید چوٹ کے علاوہ انھیں ستر سے زائد زخم آئے۔ اب بنو عدی نے عسکر کے دفاع کی ذمہ داری سنبھالی۔ بصرہ کے سابق قاضی عمرہ بن یثربی یا ان کے بھائی عمرو بن یثربی اونٹ کے سر پر کھڑے تھے کہ حضرت علی بولے: اونٹ پر حملہ کون کرے گا؟ ہند بن عمرو جملی نے اپنے آپ کو پیش کیا۔ عمرہ نے انھیں روکا اور دو واروں میں قتل کر دیا۔ پھر علبا بن ہیثم بڑھے اور عمرہ کے ہاتھوں ختم ہوئے۔ عمرہ نے سیحان بن صوحان کو بھی موت سے ہم کنار کیا، پھر صعصعہ بن صوحان کو شدید زخمی کیا اور وہ بھی چل بسے۔ حضرت عمار پکارے: تو نے ایک مضبوط قلعے (سیدہ عائشہ) کی پناہ لے رکھی ہے، تمھارے تک پہنچنے کی راہ نہیں۔ تو اپنے دعوے میں اگر سچا ہے تو اس لشکر سے نکل کر باہر آ اور میرے ساتھ مبارزت کر۔ عمرہ نے اونٹ کی مہار بنو عدی کے ایک شخص کو پکڑائی اور فوجوں کے مابین کھڑے ہو گئے۔ حضرت عمار سامنے آئے تو عمرہ نے وار کیا جو حضرت عمار نے چمڑے کی ڈھال سے بچایا، پھر انھوں نے تاک کر عمرہ کے پاؤں کا نشانہ لیا۔ پاؤں کٹ جانے سے وہ پیٹھ کے بل آن گرے۔ انھیں قید کر کے حضرت علی کے پاس لے جایا گیا تو انھوں نے رحم کی اپیل کی، لیکن حضرت علی نے یہ کہہ کر قتل کرا دیا کہ کیا تین آدمیوں کی جان لینے کے بعد بھی معافی کی گنجایش ہے؟ حضرت علی نے اپنے سپاہیوں کو پھر حکم دیا کہ سیدہ عائشہ کے اونٹ 'عسکر' کو نشانہ بناؤ، کیونکہ اس کے گرے بغیر جنگ ختم نہ ہو گی۔ ربیعہ عقیلی نے

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

حفاظت پر مامور ایک عدوی کو للکارا، لڑتے لڑتے دونوں شدید زخمی اور جاں بحق ہوئے۔ حارث ضبی نے نکیل تھامی اور یہ مشہور رجز پڑھی:

نحن بنو ضبة أصحاب الجمل نبـارز الـقرن إذا الـقـرن نزل

''ہم قبیلۂ بنوضبہ کے لوگ جمل والے ہیں، ہم سرکو دوبدو مقابلے کے لیے للکارتے ہیں، جب وہ سواری سے اتر آتا ہے۔''

ننعی ابن عفان بأطراف الاسل الموت أحلى عندنا من العسل

''ہم نیزوں کے کناروں کے ذریعے عثمان بن عفان کی شہادت کی خبر دیتے ہیں، موت ہمارے لیے شہد سے زیادہ میٹھی ہے۔''

ردوعلينا شيخنا ثم بجل

''ہمارا شیخ (عثمان) ہمیں لوٹا دو پھر یہی کافی ہے۔''

حضرت عائشہ فرماتی ہیں: میرا اونٹ پرسکون رہا، حتیٰ کہ بنوضبہ کی آوازیں آنی بند ہوگئیں۔ آخرکار، ایک شخص نے اونٹ کے پاؤں پر تلوار ماری تو وہ بلبلا کر سینے کے بل بیٹھ گیا اور اس کی نکیل ٹوٹ گئی۔ حضرت محمد بن طلحہ نے باگ تھامی تو کہا: اماں جان، مجھے اپنا حکم بتائیں۔ حضرت عائشہ نے کہا: میں کہتی ہوں، تو اولاد آدم میں بہترین ثابت ہو۔ وہ ہر بڑھنے والے کو گراتے رہے، حتیٰ کہ کئی آدمیوں نے یک جا ہو کر انھیں شہید کیا۔ عمرو بن اشرف نے بھی داد شجاعت دی۔ حارث بن زہیر سے مقابلہ ہوا تو دونوں کی جانیں گئیں۔ حضرت علی کی طرف سے حضرت عدی بن حاتم طائی نے حملہ کیا تو ان کی آنکھ پھوٹ گئی۔ حضرت عبداللہ بن زبیر عسکر کا دفاع کرنے آئے تو اشتر نے ان کے سر پر گہری ضرب لگائی۔ انھوں نے جوابی وار کیا اور دونوں گر پڑے۔ فریقین کے سپاہیوں نے ان کو چھڑایا۔ زفر بن حارث آخری شخص تھا جس کے ہاتھ میں زمام تھی۔ اہل جمل منتشر ہوئے اور جیش علی نے اونٹ کا محاصرہ کر لیا۔ اونٹ پر حملہ کرنا ضروری تھا، کیونکہ حضرت عائشہ کا کجاوہ تیروں کا نشانہ (target) بن چکا تھا۔ اس میں اتنے تیر پیوست ہو چکے تھے جتنے خار پشت کی پشت پر کانٹے ہوتے ہیں۔ حضرت قعقاع بن عمرو، محمد بن ابوبکر اور حضرت عمار بن یاسر نے سیدہ عائشہ کے کجاوے کی رسیاں کاٹیں اور اسے اٹھا کر لاشوں سے پرے رکھ دیا۔ پردے کے لیے چادریں تان دی گئیں، تسمے کاٹ کر سیدہ عائشہ کا ہودہ اتارا گیا، حضرت علی اور تمام کمانڈروں نے ام المومنین کو سلام کیا اور ان سے عزت و اکرام سے پیش آئے۔ محمد بن ابوبکر نے اپنی بہن کی خیریت دریافت کی کہ آیا انھیں کوئی چوٹ تو نہیں آئی، پھر

انھیں بصرہ لے گئے۔ایک منافق اعین بن ضبیعہ نے ہودے میں جھانک کر کہا: میں حمیرا کو دیکھ رہا ہوں۔ یہ بصرہ میں بری موت مرا۔حضرت علی نے ہدایت دی کہ جنگ سے بھاگنے والے کا پیچھا نہ کیا جائے، زخمی پر وار نہ کیا جائے اور گھروں میں نہ گھسا جائے۔انھوں نے میدان جنگ سے ملنے والی جیش عائشہ کی اشیا کو بصرہ کی مسجد میں پہنچانے اور اسلحہ کو سرکاری خزانہ میں جمع کرانے کا حکم دیا۔حضرت علی کے کچھ ساتھیوں نے حضرت طلحہ وحضرت زبیر کی فوج سے حاصل ہونے والا مال ومتاع بانٹنے کو کہا،لیکن انھوں نے انکار کر دیا اور کہا: ان کی جانیں اور اموال ہم پر حرام ہیں۔کیا تم چاہتے ہو کہ ام المومنین تمھارے حصے میں آئیں؟ اس کے بجاے انھوں نے بیت المال سے ہر شخص کا حصہ پانسو درہم مقرر کیا۔

جنگ جمل میں طرفین کے دس ہزار اہل ایمان نے زندگی سے ہاتھ دھوئے۔شہدا کی تعداد اس طرح بیان کی گئی ہے، جیش علی: پانچ ہزار، اصحاب عائشہ: پانچ ہزار، بنوضبہ: ایک ہزار، بنوعدی: ستر۔ جنگ میں زخمی ہونے والوں کا کوئی شمار ہی نہ تھا۔شہر میں داخل ہونے کے بعد حضرت علی جنگ جمل میں شہادت پانے والے عبداللہ بن خلف کے گھر گئے جہاں حضرت عائشہ مقیم تھیں۔حضرت عائشہ نے انھیں خوش آمدید کہا، جب کہ عبداللہ بن خلف کی اہلیہ صفیہ انھیں دیکھ کر بین کرنا شروع ہوگئی۔اس نے کہا: اللہ تمھارے بیٹوں کو اسی طرح یتیم کر دے، جیسے تو نے میرے بیٹوں کو یتیم کیا ہے۔عبداللہ بن خلف حضرت عائشہ کی فوج میں شامل تھے، جب کہ ان کے بھائی عثمان بن خلف حضرت علی کے ساتھ لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔حضرت علی نے کوئی جواب نہ دیا، ایک شخص نے خاموشی کا سبب پوچھا تو کہا: صفیہ ہمارے ساتھ بری طرح پیش آئی ہے، میں نے اسے اس وقت دیکھا تھا، جب بچی تھی۔عورتیں کم زور ہوتی ہیں۔ ہمیں مشرکہ عورتوں سے اعراض کرنے کا حکم دیا گیا ہے، یہ تو مسلمان ہیں۔

حضرت عائشہ اپنے بھانجے حضرت عبداللہ بن زبیر سے بہت محبت کرتی تھیں اور ان کے لیے بہت دعا کرتی تھیں۔ جنگ جمل میں حضرت عبداللہ بن زبیر شدید زخمی ہوئے۔انھوں نے اس شخص کو دس ہزار درہم دیے جس نے ان کے بچ جانے کی خبر سنائی اور سجدۂ شکر ادا کیا۔حضرت عبداللہ زخمی ہونے کے بعد وزیر ازدی کے گھر میں تھے۔ انھوں نے حضرت عائشہ کو خبر کرنے کے لیے وزیر کو بھیجا، ساتھ ہی تاکید کی کہ محمد بن ابوبکر کو نہ بتانا۔ پھر بھی حضرت عائشہ نے محمد ہی کو بھیجا کہ حضرت عبداللہ کو عبداللہ بن خلف کے گھر لے آؤ۔ دونوں ایک دوسرے کو گالیاں دیتے اور برا بھلا کہتے ہوئے آئے۔حضرت عائشہ نے جنگ میں طرفین کی طرف سے شہادت پانے والوں کی تفصیل دریافت کی اور سب کے لیے دعاے مغفرت کی۔

جنگ کے اختتام پر اشتر نے حضرت عائشہ کو سات سو درہم کا اونٹ خرید کر بھیجا اور کہا: یہ آپ کے اونٹ عسکر کے عوض میں ہے۔ حضرت عائشہ نے اونٹ واپس کر دیا اور کہا: تو نے محمد بن طلحہ کو قتل کیا اور میرے بھتیجے عبداللہ کو زخمی کیا۔ اشتر نے کہا: وہ میری جان لینے کے در پے تھے، میں کیا کرتا۔ مروان حضرت عائشہ کے ساتھ اسی گھر میں ٹھیرا، پھر انھی کے ساتھ بصرہ سے نکلا اور مدینہ روانہ ہو گیا۔

یکم رجب ۳۶ھ، سنیچر کا دن تھا جب حضرت علی نے سیدہ عائشہ کو سواریاں، ساز و سامان دے کر بڑے اہتمام کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ کیا۔ ان کے بھائی محمد بن ابوبکر اور بصرہ کی چالیس معزز عورتوں کو ان کے ساتھ چلنے کو کہا۔ بوقت رخصت حضرت علی دروازے پر کھڑے تھے۔ حضرت عائشہ باہر نکلیں، حاضرین کو الوداع کہا، ان کے لیے دعائے خیر کی اور نصیحت فرمائی: بچو! ایک دوسرے سے رنجور نہ ہونا۔ علی سے میری رنجش اتنی ہی تھی، جتنی ایک عورت کی سسرال والوں سے ہوتی ہے۔ وہ میری خفگی کے باوجود بہت خیر رکھنے والے ہیں۔ حضرت علی ان کے ساتھ کئی میل تک چلے اور ان کے بیٹوں نے دن بھر ان کا ساتھ دیا۔ حضرت عائشہ بصرہ سے مکہ پہنچیں اور حج کرنے کے بعد مدینہ واپس روانہ ہو گئیں۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

حضرت عائشہ نے شیخین کے عہد ہاے خلافت میں کبھی سیاسی امور میں حصہ نہیں لیا۔ حضرت عثمان کے پہلے چھ سال بھی امن و سکون سے گزرے، لیکن بعد میں جب کچھ لوگوں کو خلیفۂ سوم سے شکایات پیدا ہوئیں تو وہ ام المومنین ہونے کی حیثیت سے اپنا نقطۂ نظر حضرت عائشہ کے گوش گزار کرتے۔ حضرت عائشہ سب کو صبر و تحمل کی تلقین کرتیں اور کسی گروہ بندی میں حصہ نہیں لیا۔ جنگ جمل میں حصہ لینے کو اپنی اجتہادی غلطی سمجھتی تھیں جس کا انھیں عمر بھر قلق رہا۔ جب وہ 'وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ'، ''اے ازواج نبی! اپنے گھروں میں ٹک کر رہو'' (الاحزاب ۳۳: ۳۳) کی آیت تلاوت کرتیں تو رونے لگتیں، حتیٰ کہ ان کی اوڑھنی بھیگ جاتی۔

حضرت علی کو معلوم ہوا کہ دو شخص حضرت عائشہ کو گالیاں نکال رہے ہیں تو انھوں نے ان کو سو سو کوڑے لگانے کا حکم دیا۔

حضرت عائشہ حج کے بعد مکہ سے لوٹیں تو حضرت اسید بن حضیر ان کے ساتھ تھے۔ حضرت اسید کو اپنی بیوی کی موت کی خبر ملی تو رنجیدہ ہو گئے۔ حضرت عائشہ نے کہا: ابو یحییٰ، اللہ آپ پر رحم کرے۔ آپ ایک عورت کی وفات پر اس قدر غم زدہ ہو گئے ہیں، حالاں کہ آپ کے چچا زاد سعد بن معاذ پر ایسی موت آئی ہے کہ عرش الٰہی ہل گیا ہے۔

مطالعۂ مزید: السیرۃ النبویۃ (ابن ہشام)، الطبقات الکبریٰ (ابن سعد)، الجامع المسند الصحیح المختصر (بخاری، شرکۃ

دارالارقم)المسند الصحیح المختصر من السنن (مسلم،شرکۃ دارالارقم)،تاریخ الامم والملوک (طبری)،الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب (ابن عبدالبر)،المنتظم فی تواریخ الملوک والامم (ابن جوزی)،الکامل فی التاریخ (ابن اثیر)،اسدالغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ (ابن اثیر)،سیر اعلام النبلاء (ذہبی)،البدایۃ والنہایۃ (ابن کثیر)،الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ (ابن حجر)، اردو دائرۂ معارف اسلامیہ (مقالہ،امین اللہ وثیر)،Wikipedia, the free encyclopedia۔

[باقی]

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org